محمد عارف اقبال ❋

اردو ادب میں سرقہ کی بدترین مثال
(جاسوسی ادب کے معمار ابنِ صفی کی مظلومیت کی داستان)

ادب میں مصنف کے حقوق کی پامالی کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ جب یوروپ میں مصنّفین کے حقوق کے تحفظ کا احساس پیدا ہوا تو ۱۸۸۶ء میں سب سے پہلے یوروپی ممالک کے مابین برن کنونشن کے معاہدے ہوئے اور اسی معاہدے کا نتیجہ تھا کہ ساری دنیا میں رفتہ رفتہ مصنف وتخلیق کار کے حقوق کے تحفظ کا قانون بنایا گیا۔ ''کتاب کی تاریخ'' کے مصنف شایاں قدوائی رومن عہد میں تحفظ تصنیف واشاعت کے حقوق پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

> رومن عہد میں جبکہ چرمی پارچوں پر ہاتھ سے کتابت ہورہی تھی یا قرون وسطیٰ میں آگے چل کر جب کاغذ پر کتب نویسی کا دور تھا، مصنفوں کے ساتھ دھوکہ بازی اور ان کی محنت کا سرقہ ناشرین کتب بھی کرتے تھے اور گھٹیا مصنّفین بھی۔ چھاپے خانوں کے وجود میں آجانے کے بعد بھی بہت عرصے تک اس بدعنوانی کا سلسلہ جاری رہا۔ (ص ۱۳۱، اردو ترقی بورڈ، نئی دہلی)

اردو ادب میں سرقہ یا چوری (Plagiarism) کے متعدد طریقے اختیار کیے جاتے رہے ہیں۔ مثلاً کسی شاعر کی غزل کا شعر، مصرع اور ردیف وغیرہ کا سرقہ، کسی کہانی کے بنیادی کردار و پلاٹ کا سرقہ، کسی کے دیوان کو اپنا دیوان بنالینا، کسی کی تخلیق کو اپنی تخلیق قرار دینا، کسی مصنف کی اجازت کے بغیر اس کی کتاب وتخلیقات کی اشاعت وغیرہ۔ اس کے ساتھ ہی کسی کے نادر خیال کو من وعن چُرا لینے کا ہنر بھی ادب میں داخل ہوا۔ حتیٰ کہ پی ایچ ڈی کے مقالوں کا سرقہ بھی موضوع وعنوان میں جزوی تبدیلی کے بعد ممکن بنالیا گیا ہے۔ دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ اس طرح کے مسروق مقالے پر پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی تفویض کی جانے لگی ہے۔ تحقیق میں حوالہ جاتی کتابوں (Bibliography) کا سرقہ بھی عام ہوگیا ہے یعنی ایک موضوع کے تحت درجنوں حوالے نقل کردیے جاتے ہیں لیکن محقق حوالہ میں پیش کی گئی کتابوں کی صورت سے بھی نا آشنا ہوتا ہے۔ یہ رجحان اب برصغیر کی بیشتر یونی ورسٹیز کے طلبا میں عام ہوگیا ہے۔ عہد حاضر میں نصابی کتابوں کی تیاری میں بھی سرقہ کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔ کسی کتاب کو اپنے نام سے چھاپ کر مصنف بننے کا رجحان اور خبط بھی اردو دنیا میں عام ہے۔ راقم الحروف نے پاکستان کے کئی مصنفوں کی کتابوں کے ہندوستانی ایڈیشن پر دہلی کے کسی شخص کا نام

❋ مدیر ''اردو بک ریویو''، ۱۷۳۹/۱۰۴، پہلی منزل، ایم پی اسٹریٹ، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دلّی، ہندوستان۔ رابطہ: ۰۰۹۱-۹۹۵۳۶۳۰۷۸۸

لکھا دیکھا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس طرح کی کسی کتاب پر اردو اکادمی جیسے باوقار ادارہ نے انعام بھی دیا ہے۔

بیسویں صدی کے اردو ادب میں اوریجنل اور بےمثال ناول نگار ابنِ صفی (اپریل ۱۹۲۸ء۔ ۲۶/جولائی ۱۹۸۰ء) ایک بلند پایہ انشا پرداز، طنز و مزاح نگار اور اعلیٰ درجے کے شاعر تھے۔ ان کو اردو ادب میں جاسوسی ادب کا معمار بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ جاسوسی ناول نگاری کا آغاز انھوں نے ایک منصوبے کے تحت کیا تھا۔ ادب کے نام پر معاشرے میں سرایت کی جانے والی بے ادبی، بداخلاقی، جنسی بے راہ روی اور فحاشی کے رجحان کو وہ شدت سے محسوس کر رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اردو زبان عام ہو مگر اخلاقیات کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ وہ ایک باکردار، بااخلاق، منظم اور باشعور سماج کا ادراک رکھتے تھے۔ ان کو جرائم سے نفرت تھی۔ اخلاقیات کی پاسداری اور قانون کا احترام ان کی تحریروں کا بنیادی نکتہ ہے۔

مارچ ۱۹۵۲ء میں جب ابنِ صفی کا پہلا ناول فریدی اور حمید کے بنیادی کردار پر مشتمل ''دلیر مجرم'' الٰہ آباد سے شائع ہوا تو پھر ان کے قلم کی روشنائی کبھی خشک نہیں ہوئی۔ انھوں نے اپنا ادبی سفر کراچی ہجرت کرنے کے بعد بھی بڑی کامیابی سے جاری رکھا۔ فریدی، حمید کے کردار پر تقریباً ۴۵ ناول کی شہرہ آفاق کامیابی کے بعد ۱۹۵۵ء میں انھوں نے عمران کا اچھوتا کردار تخلیق کیا۔ ان کے ہر نئے ناول کا انتظار اردو دنیا کے قارئین شدت سے کرنے لگے کیوں کہ ان کی تحریریں اپنے قارئین کے دلوں پر حکومت کرتی تھیں۔ لوگ ناول کے شوق میں اردو زبان و ادب کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ ان کے قارئین میں طلبہ و اساتذہ کے علاوہ انجینئر، ڈاکٹر، پروفیسر، سیاست داں، صحافی، تاجر، ادیب، شاعر، نقاد سبھی تھے۔ بعض ریٹائرڈ پروفیسرز، بیوروکریٹس، شعرا اور ادبا آج بھی اعتراف کرتے ہیں کہ انھوں نے ابنِ صفی کے ناولوں کے مطالعہ سے اردو سیکھی۔

ابنِ صفی کے قلم کی سرعت کا اندازہ کیجیے کہ انھوں نے مارچ سے دسمبر ۱۹۵۲ء کے دس مہینوں کے عرصے میں فریدی، حمید سیریز کے گیارہ ناول لکھے۔ اسی طرح ۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۴ء کے چوبیس مہینوں میں فریدی، حمید اور انور، رشیدہ کے کرداروں پر مشتمل ان کے ۲۵ شاہکار ناول شائع ہوئے۔ ۱۹۵۵ء میں ایک طرف انھوں نے فریدی حمید سیریز کے گیارہ شاہکار ناول لکھے تو دوسری طرف ان کا تخلیقی اور زرخیز ذہن ایک نئے کردار ''عمران'' کی تخلیق میں مصروف تھا۔ اکتوبر ۱۹۵۵ء میں انھوں نے ''خوف ناک عمارت'' لکھ کر عمران سیریز کے سلسلے کا باضابطہ آغاز کر دیا اور دسمبر تک عمران سیریز کے مزید دو ناول منظرِ عام پر آئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس زمانے میں الٰہ آباد کے نکہت پبلی کیشنز سے ابنِ صفی کے ناولوں کا سرکولیشن ایک لاکھ کو تجاوز کر گیا تھا۔

ایشیا میں ابنِ صفی کی مقبولیت اور ان کی تحریروں کی سحر انگیز شہرت سے زوال آمادہ اردو ادب کے پروردہ ادیبوں میں حسد اور رقابت کا جذبہ پروان چڑھنے لگا۔ چناں چہ ابنِ صفی کے نام کو کیش کرانے کے لیے متعدد نقال مصنّفین (ghost writers) وجود میں آئے اور انھوں نے ابنِ صفی کے قارئین کو رِجھانے کی ناکام کوششیں شروع کر دیں۔ خاص طور سے ابنِ صفی کی علالت (۱۹۶۰ء تا ۱۹۶۲ء) کے دوران میں نقال مصنّفین خود رَو جھاڑیوں کی طرح پیدا ہونے لگے کیوں کہ اس دوران میں ان کا کوئی ناول منظرِ عام پر نہیں آسکا۔ اُس دَور میں صفی کے نام پر کچھ لوگوں نے این صفی، ابّن صفی اور سیفی بی اے وغیرہ کے نام سے عمران کے کردار کو تختۂ مشق

بنایا۔ ایسے میں خواتین کیوں پیچھے رہتیں، چناں چہ نجمہ صفی اور نغمہ صفی بھی پیدا ہوگئیں۔ ایسے سارے جعلی صفیوں نے اپنی سی کوشش کرڈالی لیکن ان کی اشاعت کبھی ایک ہزار سے زائد نہیں ہو پائی، اس لیے کہ زیادہ تر لکھنے والوں کا مطالعہ وسیع نہیں تھا، دوسرے ان کی تحریروں میں وہ دلکشی، سلاست اور روانی نہیں تھی جو ابنِ صفی کے ناولوں کا خاصہ ہے۔ ابنِ صفی نے اَن گنت صفیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا:

> رہی مختلف قسم کے ابنوں اور صفیوں کی بات تو بے چارے سارے قافیے استعمال کر چکے ہیں، لہٰذا اب مجھے کسی 'ابن خصّی' کا انتظار ہے۔ میری دانست میں تو صرف یہی قافیہ بچا ہے۔ کوئی صاحبہ (اسی قافیہ والی) عرصے سے غلط فہمی پھیلا رہی ہیں کہ وہ میری کچھ لگتی ہیں۔ لیکن یقین کیجیے کہ میرے والد صاحب بھی ان کے جغرافیے پر روشنی ڈالنے سے معذور ہیں۔ واللہ عالم بالصواب۔ (''پیش رس'' ڈیڑھ متوالے، اکتوبر ۱۹۶۳ء)

طویل علالت سے صحت یاب ہونے کے تین سال کے بعد ''ڈیڑھ متوالے'' کے ہی پیش رس میں ابنِ صفی بڑے دکھ کے ساتھ لکھتے ہیں:

> اِدھر یارانِ طریقت تھے کہ طرح طرح کی افواہیں پھیلا رہے تھے۔ ابنِ صفی پاگل ہوگیا ہے، کاٹنے دوڑتا ہے۔ ابنِ صفی نے پینے کی حد کردی تھی (حالاں کہ میری سات پشتوں میں بھی کسی نے نہ پی ہوگی) اس لیے ایک دن نروس بریک ڈاؤن ہوگیا۔ ابنِ صفی کا کسی سے عشق چل رہا تھا اس نے بے وفائی کی، دل شکستہ ہوکر گوشہ نشیں ہوگیا۔ (حالاں کہ گھٹیا قسم کے عشق کا تصور ہی میرے لیے مضحکہ خیز ہے) آخری اطلاع یہ تھی کہ ابنِ صفی کا انتقال ہوگیا۔ اس خبر پر سچ مچ دل اس طرح بھر آیا تھا جیسے میں خود ہی ابھی ابھی ابنِ صفی کو مٹی دے کر واپس آیا ہوں، پھر درجنوں ابنِ صفی پیدا ہوگئے جو اَب بھی بہ فضلِ تعالیٰ بقیدِ حیات ہیں اور دھڑلے سے میرے کرداروں کی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک تو ایسا ہے جس نے فحاشی کی حد کردی۔ حمید اور فریدی کو بھی رنڈی باز بنا کر رکھ دیا۔ سوچیے اور سر دُھنیے، خدا ان سبھوں کی مغفرت فرمائے اور مجھے صبرِ جمیل کی توفیق عطا کرے۔

اندازہ ہوتا ہے کہ ابنِ صفی اپنے نقالوں کو محض دھمکی دینے پر اکتفا کرتے تھے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں، اپنے تخلیقی ذہن کو بروئے کار لائیں اور کسی دوسرے کے کردار پر شب خون نہ ماریں، لیکن اس معاملے میں ابنِ صفی کی یہ بات درست ثابت ہوئی کہ ''دکھ سہیں بی فاختہ اور کوّے انڈے کھائیں۔'' (سبز لہو، جولائی ۱۹۶۹ء)

ابنِ صفی کو کہاں فرصت تھی کہ وہ اس جھمیلے میں پڑتے۔ جس قوم سے ان کا تعلق تھا ان میں دشمنوں سے زیادہ دوستوں نے انھیں زک پہنچایا۔ انتہا یہ کہ خود کو ابنِ صفی کا نام نہاد شاگرد کہنے والوں نے بھی ابنِ صفی کے شاہکار کردار عمران کا پیچھا نہیں چھوڑا اور اپنی کم علمی کے سبب ''عمران'' کی مٹی پلید کرتے رہے۔ کاش وہ جاسوسی ادب میں اپنی راہ خود نکالتے تو یقینی طور سے ابنِ صفی کے شاگرد ہونے کے

حقیقی حقدار کہلاتے ہے[1]

معروف نقاد پروفیسر عبدالمغنی (مرحوم) نے ''اردو ادب میں دانشوری کی روایت'' کے عنوان سے لکھے اپنے ایک مضمون میں ابنِ صفی کے بارے میں لکھا ہے:

> جاسوسی ناول نگاری میں ابنِ صفی انگریزی میں شرلاک ہومز کے خالق، کونن ڈوائل کی سطح پر ہیں۔(اندازِ تنقید، اشاعت ۲۰۰۷ء، ص ۱۰۶)

اگر ابنِ صفی یوروپ میں پیدا ہوئے ہوتے تو کیا ان کے کسی کردار کو وہاں کا کوئی مصنف سرقہ کرنے کی جرأت کرسکتا تھا؟ کیا یوروپ میں کسی ایسے مصنف کا ذکر ملتا ہے جس نے شرلاک ہومز اور ڈاکٹر واٹسن کے کردار کو اپنے ناول میں پیش کرنے کی جرأت کی ہو؟ بات وہیں آتی ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں مجموعی طور پر ہمارا قومی کردار اتنا سطحی، مفاد پرست اور منافقانہ ہوگیا ہے کہ ہمارے اندر کسی کی ذہانت وصلاحیت کے اعتراف کی جرأت پائی جاتی ہے اور نہ ہی ہمارا تخلیقی ذہن اپنی راہ خود بنانے کا حامل رہا ہے۔ خاص طور سے برِعظیم میں قومی سطح پر زندگی کے ہر شعبہ میں پستی ہمارا مقدر بنتی جارہی ہے۔ گزشتہ ساٹھ برسوں کے دوران میں اردو زبان سے وابستہ بیشتر افراد (ادیب، ناول نگار، شاعر اور اردو کتابوں کے ناشر) کا کردار بے حد مشتبہ رہا ہے۔ ابنِ صفی اپنے ناول ''گیارہ نومبر'' (جنوری ۱۹۶۹ء) کے پیش رس میں لکھتے ہیں:

> ...اب آیئے بے چارے مصنف (ابنِ صفی) کی طرف کہ اسے بہت دنوں کے بعد وہی پرانا مرض لاحق ہوگیا ہے، لیکن اس بار بنگلہ بھاشا میں ہوا ہے یعنی مشرقی پاکستان کے دو پبلشروں نے میرے کچھ ناولوں کا بنگلہ ترجمہ چھاپا ہے اور اس پر میرے نام کی بجائے 'مراد پاشا' اور 'آ لک باری' رسید کردیا ہے یعنی اردو میں تو صرف چوریاں ہوتی تھیں لیکن بنگلہ میں تو ڈاکہ پڑا ہے مجھ پر۔
>
> سنا ہے کراچی میں کوئی گجراتی اخبار عمران سیریز کا کوئی ناول نہ صرف چھاپ رہا ہے بلکہ کرداروں کی ایسی قلمی تصاویر بھی وہ اخبار میں چھاپ رہا ہے جنھیں دیکھ کر بعض 'عمران پسند' آپے سے باہر ہوگئے ہیں! قلمی تصاویر وہ اخبار میں چھاپ رہا ہے اور سلواتیں[2] مجھے سننی پڑ رہی ہیں۔ یہ دوسرا مرض ہے جو مجھے لاحق ہوا ہے۔
>
> اب آپ مشورہ دیجیے کہ عدالتی کارروائی مناسب رہے گی یا گنڈے تعویذ کروں!

ابنِ صفی کو یہ خدشہ لاحق نہیں تھا کہ ان کے اوریجنل ناول کو کوئی من وعن شائع کردے کیوں کہ ان کی حیات ہی میں اردو دنیا کے ڈائجسٹوں میں یہ سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ انھیں پریشانی اس بات کی تھی کہ اردو کے جعلی مصنّفین اور ناشرین ناجائز طریقے سے دولت حاصل کرنے کے لیے ان کی شہرت کا فائدہ شرمناک حد تک ناجائز طریقے سے اٹھا رہے تھے۔ ابنِ صفی ''ڈیڑھ متوالے'' کے پیش رس میں لکھتے ہیں:

کراچی کے ایک ذاتِ شریف نے میرے ناول 'زہریلا آدمی' (فریدی سیریز، فروری ۱۹۶۰ء) کے کرداروں کے نام تبدیل کیے اور اسے اکرم الٰہ آبادی کے نام سے چلادیا۔ اکرم الٰہ آبادی بھی خاصے مشہور لکھنے والے ہیں، اس طرح ان کی بھی توہین کی گئی۔

اس معاملے میں یقینی طور سے کانپور، الٰہ آباد، لاہور، کراچی اور دہلی کے بعض پبلشروں نے بڑی دہشت گردی مچائی۔ کانپور کے شاہین پبلی کیشنز کے محمد درویش خاں نے فریدی، حمید اور عمران سیریز کے درجنوں ناول اس دیدہ دلیری سے شائع کیے کہ اردو دنیا کی تاریخ میں ایسی مذموم حرکت کا ارتکاب شاید ہی کسی نے کیا ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ اس پبلشر نے خود ابنِ صفی کی ڈمی کا رول ادا کیا اور فریدی، حمید وعمران سیریز کے درجنوں ناول جعلی مصنفوں سے لکھوا کر شائع کیے۔ ہر ناول کے سرورق پر بڑی بے شرمی سے ابنِ صفی لکھا حتیٰ کہ ''پیش رس'' کی نقالی بھی کی۔ اس نے ابنِ صفی کے ''ابن'' پر تشدید یا مقطع نما نشان دے کر یہ توجیہ کرنے کی کوشش کی کہ یہ ابنّ صفی ہے لیکن اس ناول کے بیشتر قارئین فریب میں مبتلا ہوکر ابنِ صفی ہی سمجھتے رہے۔ اس کے شائع کردہ جعلی ناولوں کے چند نام یہ ہیں۔ معزز الّو، آوارہ فرشتہ، شکاری ناگن، ڈیڑھ متوالے، کبڑا شیطان، لاشوں کے کھنڈر، نغمۂ موت، پتھر کا شکار، حساس مردے، وہ آرہی ہے، انوکھا شکاری، خوش پوش بھیڑیے، سرخ نشان، مڈونگا کی واپسی، تصویر کی موت، چاند کی دھوپ، وحشیوں کا حکمراں، خوف ناک ٹپلو نرودا، موت کی محبوبہ، قہر کا دیوتا، پاگل لڑکے، آنکھ کے قاتل، مرحوم کی موت، متحرک مقبرے، موسیقی کا خون، موت جھپٹتی ہے وغیرہ۔

مذکورہ جعلی ناولوں کے علی الرغم ابنِ صفی کے ایک ناول ''ڈیڑھ متوالے'' کو شاہین پبلی کیشنز نے اوریجنل نام سے اس وقت شائع کیا جبکہ ''دلچسپ حادثہ'' اور ''بے آواز سیارہ'' سلسلے کا آخری شاہکار ناول ''ڈیڑھ متوالے'' کی اشاعت کا اعلان نکہت پبلی کیشنز، الٰہ آباد کی طرف سے کیا گیا تھا۔ واضح ہو کہ ''ڈیڑھ متوالے'' ابنِ صفی کا وہ یادگار ناول ہے جسے انھوں نے اپنی علالت کے تقریباً تین برسوں کے بعد لکھا تھا۔ اس ناول کا اجرا ۲۵/ نومبر ۱۹۶۲ء کو الٰہ آباد میں بھارت کے مرکزی وزیر مواصلات آنجہانی لال بہادر شاستری کے ہاتھوں ہوا تھا۔ اس وقت نکہت پبلی کیشنز کے عباس حسینی (مرحوم) نے شاہین پبلی کیشنز، کانپور کے پرنٹر پبلشر محمد درویش خاں کے خلاف قانونی کارروائی بھی کی تھی۔ پولیس نے شاہین پبلی کیشنز، کانپور کے اسٹور سے جعلی ''ڈیڑھ متوالے'' کی بہت سی کاپیاں بھی ضبط کیں۔

اردو ادب میں سرقہ اور مصنف کے حق پر کسی ناشر کے ڈاکہ ڈالنے کی اس سے بدترین مثال شاید دوسری نہیں پیش کی جاسکتی۔ درویش خاں کے اس ادارے کی طرف سے باضابطہ دو ماہنامے عمران سیریز، کانپور اور حمید-فریدی سیریز، کانپور شائع ہوا کرتے تھے۔ یہ ماہنامے RNI کے تحت باضابطہ رجسٹرڈ کرائے گئے تھے۔ ماہنامہ حمید-فریدی سیریز، کانپور کا رجسٹریشن نمبر ۶۹۰۲/ ۶۲ تھا۔ مذکورہ دونوں ماہناموں کے تحت ابنِ صفی کے نام سے جعلی ناول شائع کیے جاتے۔ یہ ناول جعلی مصنّفین کی طرف سے لکھے جاتے جنھیں بے شرمی کے ساتھ ابنِ صفی کے نام کی سند دی جاتی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ownership declaration میں ان ماہناموں کے ایڈیٹر کا نام ابنِ صفی، قومیت ہندوستانی اور پتے کے طور پر ۹۲/ ۵۷ پوروہ، ہیرامن، کانپور۔۱، درج کیے جاتے۔ محمد درویش خاں (پرنٹر پبلشر) کی طرف سے یہ ڈیکلریشن یکم فروری ۱۹۶۴ء کو عمران سیریز کے گیارہویں شمارہ میں شائع کیا گیا۔

اس ادارہ کے پرنٹر پبلشر محمد درویش خاں کے کریہہ چہرے کا دوسرا روپ بھی ملاحظہ کیجیے۔ نکہت پبلی کیشنز، الہ آباد کی جانب سے جب درویش خاں کے غیر اخلاقی، ناجائز وغیر قانونی حرکتوں کا سخت نوٹس لیا گیا تو اس نے اپنے دونوں ماہناموں میں نکہت پبلی کیشنز الہ آباد کے خلاف نفرت وشر انگیز پروپیگنڈہ کا آغاز کر دیا۔ جلی حرفوں میں شائع ایک علانیہ کچھ اس طرح تھا۔

محترم ابنِ صفی اور ان کے ادارہ شاہین پبلی کیشنز کی غیر معمولی مقبولیت اور ہر دل عزیزی کو دیکھ کر حاسدوں کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے۔ نقال اور فتنہ پرور پبلشر کے نت نئے شیطانی منصوبے...
لیکن ان شاء اللہ اس کے جھوٹ اور مکر وفریب کی باطل کہانی زیادہ دنوں جاری نہیں رہ سکتی اور کچھ ہی دنوں بعد اس کو منہ کی کھانی پڑے گی۔

درویش خان نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ فرضی قارئین کی طرف سے اپنے ماہناموں میں درجنوں تعریفی وتوصیفی خطوط شائع کیے۔ یہ خطوط جن قارئین کی طرف سے لکھے گئے یقینی طور سے جعلی ہی کہے جائیں گے کیوں کہ ابنِ صفی کی اصل تحریروں کا مطالعہ کرنے والے قارئین سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ابنِ صفی کو کانپور کا باشندہ تسلیم کریں نیز یہ کہ خود درویش خاں کے پیش کردہ ناولوں کے اسلوب اور سطحی طرز نگارش سے گمراہ ہوجائیں۔ ابنِ صفی کے نام پر درویش خاں کے پیش کردہ ناولوں میں اتنا دَم نہیں تھا کہ اسے اصلی ابنِ صفی کی تخلیق سمجھ لی جاتی۔ نمونے کے طور پر جعلی ایڈیشن کے ایک قاری کا خط ملاحظہ کیجیے:

عظیم ابنِ صفی آداب و نیاز!

آج کی ڈاک سے عمران سیریز کا شاہکار 'موت جھپٹتی ہے' موصول ہوا۔ پڑھ کر بہت پسند آیا۔ خدا آپ کو اور آپ کے قلم کو اسی طرح دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور حاسدوں کو یونہی جلن کی آگ جلنا نصیب کرے۔ آمین!

آپ کی ترقیوں کا خواہاں عبداللطیف، بیلگام (کرناٹک)

(بحوالہ ماہنامہ حمید فریدی سیریز، کانپور، بارھواں شمارہ، دوسرا سال)

اس خط کے لب و لہجے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ خط جعلی ہے اور کسی خاص مقصد کے تحت لکھا گیا ہے۔ درویش خاں کی جرأت یا حماقت کی انتہا یہ ہے کہ اس نے ابنِ صفی کی طرف سے انھی کے لب و لہجے کی نقالی کرتے ہوئے ''پیش رس'' لکھنے کی کوشش کی۔ اس نے جاسوسی ادب کے عظیم مصنف ابنِ صفی کے تخلیق کردہ تمام کرداروں کی نہ صرف مٹی پلید کی بلکہ ان کی حیات ہی میں ذاتی طور پر ابنِ صفی کو اتنا بڑا نقصان پہنچایا اور ان پر ظلم کیا کہ دنیا کے شاید کسی دوسرے ادیب کے حصے میں اتنی مظلومیت اور بے بسی نہ آئی ہوگی۔ آپ تصور کیجیے کہ ایک ابنِ صفی (اسرار ناروی) جو ہندوستان کے معروف شہر الہ آباد کے ایک قصبہ نارہ میں پیدا ہوئے، الہ آباد ہی میں جاسوسی ادب کی بنیاد رکھی پھر ۱۹۵۲ء (ستمبر) میں بحالت مجبوری کراچی ہجرت کر گئے۔ دوسرے ابنِ صفی کانپور میں موجود ہیں اور دھڑا دھڑ عمران اور حمید فریدی سیریز کے ناول لکھ رہے ہیں۔ اردو ادب کی یہ کیسی دنیا ہے جہاں اور یجنل ادیبوں کی ڈمی تیار کی جاتی

ہے بلکہ کاغذی کلون (Clone) تخلیق کی جاتی ہے اور اسے اصل بنا کر اس طرح پیش کیا جاتا ہے جس طرح دجال اکبر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی ڈمی بن کر دنیا کو تہ و بالا کرنے کی کوشش کرے گا۔ شاید یہ بھی دجالی عہد کا کرشمہ ہے کہ ''ان شاء اللہ'' اور ''شیطانی منصوبے'' کے پردے میں اردو ادب میں اتنا بڑا فتنہ برپا کیا گیا کہ شاید شیطان بھی حیران و پریشان ہوگا کہ اس کے ہوتے ہوئے دوسرا کیونکر پیدا ہوگیا۔ ساٹھ کی دہائی میں جاسوسی ادب کے میدان میں سرقہ، ادبی ڈاکہ زنی اور لوٹ کھسوٹ کا ایسا بازار گرم تھا کہ شاید اردو ناول نگاری کی تاریخ میں ایسا معرکہ کبھی پیش نہ آیا ہوگا۔ جعلی ایڈیشن کے ''ڈمی ابنِ صفی'' کی جانب سے لکھے ہوئے ایک ''پیش رس'' کے اقتباس کی دروغ گوئی ملاحظہ کیجیے:

...کچھ احباب نے سوال کیا ہے کہ کیا شاہین پبلی کیشنز اپنا ادارہ ہے تو اس کے لیے عرض ہے کہ ان کا سوال ہی دراصل میرا جواب ہے۔ حقیقتاً شاہین پبلی کیشنز میرا نجی ادارہ ہے اور اس ادارہ سے آپ کو میری تمام تصنیفات پڑھنے کو ملیں گی اور کہیں نہیں۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجیے کیوں کہ آپ اپنے محبوب کردار علی عمران سے ملنے کے لیے بے چین ہوں گے۔ اس لیے میں آپ... حضرات کے بیچ میں کباب میں ہڈی کی طرح نہیں آنا چاہتا، اس لیے آپ علی عمران سے ملیے اور مجھے آئندہ ناول کے لیے رخصت کیجیے۔ آپ کا اپنا ابنِ صفی۔

(بحوالہ جعلی ناول ''موت کی محبوبہ'' شاہین پبلی کیشنز، کانپور، ۱۹۶۲ء)

اب ذرا اور یجنل ابنِ صفی (اسرار ناروی) کے ایک ناول ''سبز لہو'' کے پیش رس کا آخری حصہ ملاحظہ کیجیے:

...لوگ مشورہ دیتے ہیں کہ گرمیوں میں مَری چلے جایا کرو اور میں ان سے بصد خلوص وعدہ کرتا ہوں کہ اگلی گرمیوں میں ضرور چلا جاؤں گا۔ لیکن جہاں گھنٹے بھر بعد ہوا بدلی یہ فلسفہ سوجھا کہ آدمی تو دراصل اپنے ذہن میں رہتا ہے! پھر مَری وری کیسی؟ سب چلتا ہے... پھر موسم میں کوئی تبدیلی آئی اور تارک الدنیا ہونے کو دل چاہنے لگا! کراچی جیسے کاروباری شہر میں تو ایسی آب و ہوا نہ ہونی چاہیے۔ پتا نہیں اللہ کی کیا مصلحت ہے...! والسلام

۲؍جولائی ۱۹۶۹ء (ابنِ صفی)''

مذکورہ پیش رس کے دونوں اقتباسات سے ادنیٰ درجے کا طالب علم بھی اندازہ کرسکتا ہے کہ دونوں تحریروں میں اسلوب اور فکر و خیال کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نقلی اور اصلی کی پہچان مشکل نہیں۔ پھر اصلی ابنِ صفی تو کراچی میں مقیم ہیں اور ان کا ڈمی کانپور کا کوئی احمق باشندہ ہے یا خود محمد درویش خاں۔

اسی طرح دہلی کے ایک پبلشر ''مینار پاکٹ بکس'' کا شائع کردہ ایک ناول ''بے کاروں کی انجمن'' کے سرورق پر لکھا ہے۔ ''عظیم مصنف ابنِ صفی بی اے کا عظیم شاہکار''۔ سرورق کی پشت پر ابنِ صفی کی بلیک اینڈ وہائٹ تصویر دی گئی ہے جس کے نیچے جعلی پبلشر نے

اپنی ذلالت پر پردہ ڈالنے کے لیے یہ کیپشن بھی لکھا:

جاسوسی ادب کے شہرہ آفاق مصنف محترم ابنِ صفی بی اے، جن کی تحریر دوسروں کے لیے باعث تقلید بنی...اور آج بھی وہ روشن مینار کی طرح ہیں۔

معلوم نہیں اس طرح کے اور کتنے ناول مذکورہ پبلشر نے شائع کیے ہوں گے اور بڑی بے شرمی سے ان ناولوں کا خالق ابنِ صفی کو قرار دے کر اردو کے قارئین کو گمراہ کیا ہوگا۔ اس طرح کے ناولوں کی کھپت عام طور پر جنوبی ہندوستان کے اردو قارئین میں زیادہ تھی۔ وہاں کی مقامی اردو لائبریریوں میں اب بھی یہ ناول محفوظ ہو سکتے ہیں۔

ادب میں سرقہ (plagiarism) ایک اہم موضوع ہے اور بعض اوقات بڑے ادیبوں اور شاعروں کے کسی فقرے یا اقتباس پر بھی سرقہ کا الزام عاید کیا جاتا رہا ہے۔ زندگی کے جملہ شعبۂ حیات میں چور موجود رہے ہیں اور ادب میں بھی چوروں کی کمی نہیں۔ تاہم ادب میں سرقہ اسی کو تسلیم کیا جاتا رہا ہے جس کا ارتکاب دانستہ طور پر کیا گیا ہو۔ کسی کے افسانے کو اپنے نام سے چھپوانا یا کسی مردہ ادیب یا غیر معروف شاعر کے دیوان کو کسی کا اپنے نام سے چھپوا لینا یقیناً ایک قبیح فعل ہے اور اس کی مذمت کی جانی چاہیے۔ تاہم ایک وقتِ خاص میں ممکن ہے کہ ایک سے زائد ادیبوں اور دانشوروں کے ذہن و قلب میں کسی خیال کی آمد ہو سکتی ہے اور ایک ہی بات اپنے اپنے ڈھنگ سے ایک سے زائد ادیبوں کی تحریروں میں آسکتی ہے، ایسی صورت میں فی الفور اسے سرقہ کے زمرے میں نہیں رکھا جاسکتا۔ ادبی سرقہ کے لیے سرقہ کی واضح علامات کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اس طرح نیک نیت کے ساتھ کسی عظیم ادیب کے شہ پارے کو تنقیدی نوٹ کے ساتھ شائع کرنا بھی سرقہ نہیں ہے کیوں کہ یہ کام اس عظیم ادیب کے فن اور ادبی کارنامے کو اُجاگر کرنے کے لیے انجام دیا جاتا ہے۔ اس ذیل میں غالب، اقبال، ڈپٹی نذیر احمد، سرسیّد، حالی، پریم چند، منٹو وغیرہ کی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

اردو دنیا میں ابنِ صفی کی غیر معمولی ادبی خدمات کو بعض ادیب اور نقاد مخصوص عصبیت کے سبب ادب کا درجہ نہ دیتے ہوں لیکن یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ ان کے ناولوں کے قارئین میں ادیب، نقاد، پروفیسر، شاعر، صحافی، سیاست داں، ڈاکٹر، انجینئر، محقق و اساتذہ سبھی شامل تھے۔ یونی ورسٹیوں کے بعض نقاد پروفیسر بھی ابنِ صفی کے ناولوں کے رسیا رہے۔ اس تصویر کا دوسرا رخ یا المیہ یہ ہے کہ اردو ادب میں اس بے حسی کی مثال نہیں ملتی کہ ابنِ صفی جیسے بلند پایہ ادیب و شاعر کی خدمات کا اعتراف نہیں کیا گیا۔ ابنِ صفی سے غیر معمولی استفادہ کرنے والے ادیب و نقاد نے بھی مجرمانہ غفلت کا ثبوت دیا اور کانپور کے درویش خاں کی ادبی دہشت گردی پر کسی ادیب، نقاد یا یونی ورسٹی کے پروفیسر کو توفیق نہ ہوئی کہ اس کا محاسبہ کرتے۔ دوسری طرف اردو زبان و ادب کو گھنا اور تناور درخت بنانے والے ادیب ابنِ صفی کو ادبی صحرا میں یکہ وتنہا چھوڑ دیا گیا جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اردو ادب کی تخلیق کی نذر تھا۔

اب دوسری طرف یہ بھی ملاحظہ کیجیے کہ 'گھر کا بھیدی' ناول کی اشاعت کرنے والے نے ابنِ صفی کی 'معصوم محبت' کا کس طرح فائدہ اٹھایا۔ پہلا کام تو یہ کیا کہ ہندوستانی معاشرے کے لیے ابنِ صفی کے ناولوں کے ہندی ایڈیشن شائع کرنے کا آغاز کیا گیا۔ یہاں تک تو معاملہ ٹھیک ہے لیکن 'نکہت پبلی کیشنز' کے ناشر نے ظلم یہ کیا کہ ابنِ صفی کے لافانی کرداروں کے نام اس طرح تبدیل کیے کہ ان کا

مذہب بھی تبدیل ہوگیا۔ مثلاً کرنل فریدی (کرنل وِنود)، عمران (راجیش)، کیپٹن فیاض (کیپٹن ملکھان)، رحمٰن صاحب (راکیش بہاری)، ایکس ٹو کو پوَن، ظفرالملک (کمل کانت)، عمران کی بہن ثریّا کو 'نیتا' وغیرہ۔ تصور کیجیے کہ جن کرداروں کا ابنِ صفی نے خاندانی اور تاریخی پس منظر بھی بیان کیا ہے، اگر انھیں مسلم سے 'ہندو' بنادیا جائے تو کیا اس حرکت کو 'ظلم عظیم' نہیں کہا جائے گا۔ اردو فکشن کی تاریخ میں اس طرح کی ادبی بددیانتی کی دوسری مثال شاید نہیں مل سکتی۔[۳] نکہت پبلی کیشنز، الٰہ آباد نے 'جاسوسی دنیا' اور 'عمران سیریز' کے تمام ناولوں کو ہندی میں شائع کرکے دونوں ہاتھوں سے پیسے بٹورے۔ اس کا ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ ہندی میں درجنوں لکھنے والوں نے 'کرنل ونود' اور 'راجیش' کے کرداروں پر ناول لکھے۔ ان میں 'وید پرکاش کمبوج' کا نام نمایاں ہے جس کے ناول ریلوے بک اسٹالوں پر لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہوتے تھے۔

اب آیئے اُس شرم ناک واقعہ کی طرف جب نکہت پبلی کیشنز، الٰہ آباد نے ابنِ صفی کے نام سے دو ناول (نمبر شمار کے لحاظ سے ۱۷۴ اور ۱۷۵) اپریل اور مئی ۱۹۷۱ء میں شائع کیے۔ اوّل 'سائے کا قتل'— دوم 'روشنی کی آواز'۔

عباس حسینی نے ابنِ صفی کے کرداروں پر لکھے جانے والے جعلی پبلشرز کے خلاف مقدمے قائم کیے۔ خاص طور سے 'ڈیڑھ متوالے' کے کیس میں انھوں نے کانپور کے پبلشرز کے خلاف زوردار مہم چلائی تھی۔

بالآخر ہزاروں اشعار کا خالق، ڈھائی سو سے زائد ناولوں کا مصنف اور درجنوں طنزیہ و مزاحیہ مضامین کا انشا پرداز صرف ۵۲ سال کی عمر میں بڑی خاموشی سے اس دارفانی سے رخصت ہوگیا جس کا قول تھا:

''قرآن کو پڑھو، اس پر عمل کرو... اسے علم الکلام کا اکھاڑا نہ بناؤ'' انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے— آمین!

حواشی

۱۔ واضح ہو کہ جناب مشتاق احمد قریشی، ابنِ صفی کے واحد شاگرد اور دوست ہیں جن کو عمران کے کردار پر ناول لکھنے کی ابنِ صفی نے خود اجازت دی۔ (ع۔ا۔)

۲۔ ''صلوٰات'' کا ربط خاص ''صلوات برمحمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' سے ہے اس لیے ابنِ صفی احتراماً اس لفظ کو برا بھلا کہنے کے معنوں میں استعمال نہیں کرتے تھے اور جب استعمال ناگزیر ہوجاتا تو اسے 'س' سے لکھتے تھے۔

۳۔ مضمون 'عالمی ادب کی نمائندہ تحریریں' از محمد عارف اقبال، کتاب 'ابنِ صفی کا ادبی نصب العین: تحقیقی وتنقیدی مطالعہ' (اشاعت اوّل ۲۰۱۸)، صفحات ۱۹۱ تا ۱۹۶۔